© rasailojaraid.com

اسلام کا نظامِ عدل اور تصورِ مساوات

اصولِ شرعیہ کی روشنی میں

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یوں تو تمام مہذب قوموں اور قابل ذکر مذاہب کا دعویٰ ہے کہ ہمارے یہاں "عدل وانصاف" کرنے کا حکم اور "مساوات انسانی" پر زور دیا گیا ہے۔ مگر جب ان کے خوشنما دعوے کو واقعات کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جاتا ہے۔ تو حقیقت اس سے مختلف نظر آتی ہے کہ انصاف کے نام پر کھلے ظلم عدل کے نام پر خالص جور نیز مساوات کے بجائے اونچ نیچ کا کھلا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ اس کی مثالیں اور تفصیلات پیش کر کے مقالہ کو طول دینا وقت کو ضائع کرنے کے مرادف ہے اس لئے ان سب سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات بلکہ واجبات کے اندر عدل و انصاف اور مساوات کی جو اہمیت ہے اس پر نیز ان کی مصلحتوں پر علمی اور واقعاتی شہادتوں کا پیش کر دینا ہی بس مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں "عدل" کی اہمیت | شریعت اسلامی کی بنیاد و اساس جس کتاب پر ہے یعنی کتاب اللہ الحکیم اس میں متعدد آیتیں "عدل وانصاف" کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اس پر انتہائی درجہ میں زور دینے والے مضمون کی موجود ہیں سورہ نحل کی ایک آیت ہے جس میں متعدد اہم کاموں کا ایجابی و سلبی حکم دیا گیا ہے اور جو قرآن مجید کی جامع ترین آیتوں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شمار کی جاتی ہے جس کے بارے میں مشہور تفسیر روح المعانی میں ہے:[1]

قال غیر واحد من العلماء، لو لم یکن فی القرآن غیر ھذہ الآیۃ لکفت

علماء کی بڑی تعداد نے کہا ہے اگر قرآن میں صرف یہی آیت نازل ہوتی تو بھی (ہدایت کے لئے) کافی تھی۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے فقیہہ الامت مشہور صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے:[2]

ان اجمع آیۃ فی القرآن فی سورۃ النحل "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ"

قرآن کی جامع ترین آیت سورۂ نحل میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

اور اسی جامعیت کی بنا پر۔ پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اسے جمعہ کے خطبہ کا مستقل جز بنا دیا تھا[3] اس آیت میں سب سے پہلے عدل ہی کا حکم دیا گیا ہے (اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ)۔ آیت میں "عدل" کا مشورہ نہیں تاکیدی حکم دیا گیا ہے (اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ) اور اس "امر" کی نسبت براہ راست خداوند ذوالجلال کی طرف کی گئی ہے جس کا بجز اس کے اور کوئی مقصد نہیں معلوم ہوتا کہ عدل کرنا اختیاری اور محض اخلاقی چیز نہیں ہے (جب کہ دوسرے مذاہب و اقوام کی عملی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے یہاں عدل کا درجہ بس گویا "اخلاقی" تھا) بلکہ قانونی ہے۔ جس کا بروئے عمل لانا ناگزیر ہے اور جس سے گریز سخت سزا کا موجب ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ کی،

---

[1] روح المعانی ص ۲۲۰ ج ۱۴ مطبوعہ دیوبند، [2] تفسیر ابن کثیر ص ۵۸۲ ج ۲۔ مطبوعہ احیاء الکتب العربیہ مصر، [3] تفسیر القاسمی ص ۳۸۵۱ ج ۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آیت میں اس کو تقویٰ کی کلید بتایا گیا ہے اور اس کے ترک پر وعید سنا کر خدا سے ڈرنے کی تائید کی گئی ہے (اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ) مائدہ کی اسی آیت میں ابتدائی حصہ میں لطیف انداز میں عدل نہ کرنے کے ایک فطری محرک دشمنی کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جو خود مستقل دلیل اس بات کی ہے کہ "الکتاب" اور "الدین" کا عطا کرنے والا وہی ہے جو انسان کو وجود کی نعمت دینے والا ہے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا عدل کے تقاضوں کو پامال کرنے اور ظلم کا بازار گرم کرنے کی ایک اور نفسانی وجہ اپنوں کو فائدہ پہونچانا بھی ہے اس کی طرف بھی قرآن حکیم نے اشارۃً توجہ دلائی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ کیونکہ اپنے یا اپنوں کے خاطر ہی عموماً انسان جادۂ حق سے تجاوز کرتا اور دوسروں کے حق کے اعتبار سے ظلم وجور کی راہ اختیار کرتا ہے تو قرآن مجید ہی نے ان دونوں سرچشموں (محبت اور عداوت) کی نشاندہی کر دی جو عموماً بلکہ کلیۃً انسان کے لئے "عدل" کے تقاضے پامال کرنے اور ظلم کی راہ اختیار کرنے کا اصل سبب بنا کرتے ہیں۔ گویا اس طرح مرض کی نشاندہی کر دی گئی اور جب مرض کی جڑ کا پتہ چل جائے تو سب جانتے ہیں کہ اس کا علاج آسان اور اسے اکھاڑ پھینکنا سہل ہوتا ہے۔ ان دو آیتوں کے علاوہ بھی کئی آیتوں میں عدل و انصاف کا تاکیدی حکم مختلف اسالیب میں ملتا ہے خود اس تکرار میں بھی اہمیت و تاکید کا پہلو ہے کیونکہ قرآن مجید اساسی اور گویا دستوری کتاب ہے جس میں صرف اصولی اور بنیادی اجزا ہی کے بارے میں نہایت بچے تلے انداز میں گفتگو ہوتی ہے۔ تفصیلات اور غیر اہم اجزا زیر بیان نہیں ہوتے اس جیسی کتاب میں کسی چیز کا ذکر بار بار ہونا اس کی غیر معمولی اہمیت اور نمایاں حیثیت کا پتہ دیتا ہے ایسی چند آیتیں جن میں عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے بغیر کسی تشریح و تفسیر کے اختصار کی وجہ سے اور سماعت فرماتے چلیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (سورۃ النساء) اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (انعام ایہ) اللہ اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے (اور آپ ہی کے واسطے اپنے تمام بندوں کو بھی) وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (شوریٰ ایہ)

اسلامی معاشرہ میں عدل کا مقام

قرآن مجید کے علاوہ اس مضمون کی احادیث نبویہ کا تو شمار ہی مشکل ہے جن میں عدل وانصاف کو اپنانے اور اس کے تقاضے پورا کرنے کی تاکید مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ان سب باتوں کا تقاضہ ہے کہ قرآن پر ایمان لانے والی اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والی امت اور ان دو اصل سرچشموں سے ستفاد مذہب "عدل وانصاف" کو وہ جگہ دے جو کسی بھی چیز کو نہ دی گئی ہو، چنانچہ ایسا ہی عملاً ہوا بھی یہ الگ بات ہے کہ امت کے ہر فرد کی حالت ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتی۔ شروع میں اطاعت کا جذبہ زیادہ اور تصلب شدید ہوتا ہے بعد میں وہ بات نہیں رہ جاتی ایسا فرق ہونا ایک طرح سے طبعی ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی جماعت یا مذہب اس فرق سے مستثنیٰ نظر نہیں آتا۔ لیکن بحمد اللہ ملت مسلمہ کے ابتدائی دور (جنہیں خیر القرون کہا جاتا ہے جس کی نظیر نہ اس سے قبل یا بعد میں ملنا ناممکن ہے ان) کے بعد بھی اس امر کی رعایت اور اس پر اتنا عمل ملتا ہے کہ کوئی بھی قوم یا کسی بھی مذہب کے لوگ اپنی مذہب پسندی نیز اپنی تہذیب وترقی کے بلند وبانگ دعاوی کے باوجود اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں اور کوئی قانون حتیٰ کہ آج کے سے "روشن" اور "مبنی بر انصاف" اور ترقی یافتہ دور کے نمونہ پر اور ترقی یافتہ قوانین اس چودہ سو سالہ غیر متبدل قانون کے مقابلہ میں عدل وانصاف کے تقاضے ملحوظ رکھنے میں کھلے طور پر پیچھے نظر آتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام اور دیگر قوانین اسلامی قوانین کی برتری کے بارے میں شہید عبدالقادر عودہ نے کیا ہی خوب لکھا ہے اور کتنی سچی تصویر اپنی شہرہ آفاق کتاب "التشریع الجنائی" میں پیش کی ہے جس کے جستہ جستہ فقرے یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

لن اقارن بین القانون فی القرن السابع المیلادی وبین الشریعة التی انزلت علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اول هذا القرن ...... انما اقارن بین قانون متغیر یتطور بسرعة حثیثا نحو الکمال حتی یکاد یبلغه کما قال وبین شریعة نزلت من ثلاثة عشر قرنا لم تتغیر ولم تتبدل فیما مضی ولن تتغیر او تتبدل فی المستقبل

پہلی صدی ہجری میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شریعت نازل ہوئی، میں اس کا موازنہ ساتویں صدی عیسوی کے قانون سے ہرگز نہیں کروں گا بلکہ ایسے نئے اثر پذیر بدلتے ہوئے قوانین سے جو بڑی تیزی سے تکمیل کمال کی طرف گامزن ہیں۔ اور جیسا کہ کہا جا رہا ہے کامل ہوا چاہتے ہیں ان کا تقابل تیرہ صدی پرانی اس شریعت سے کروں گا جو ماضی میں بھی نہیں بدلی اور نہ مستقبل میں بدل سکتی ہے۔

پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

فنحن اذن حین نقارن انما نقارن بین احدث الآراء والنظریات فی القانون وبین اقدمها فی الشریعة ...... وسنری ونلمس من هذه المقارنة

تو ہمارا یہ موازنہ قانون کے جدید ترین نظریات و آرا اور شریعت کے قدیم ترین قوانین کے مابین ہوگا اور ہم خود محسوس کر لیں گے کہ قدیم اور غیر متغیر جدید اور متغیر قوانین سے کہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان القدیم الثابت خیر من الحدیث — زیادہ بہتر ہیں۔
المتغیر۔

اور پھر کچھ اور فرمانے کے بعد نہایت جزم اور مومنانہ عزم سے لکھتے ہیں:۔

لکن الحدیث لن یتھیأ لہ — لیکن جدید قانون قدیم قانون کے
ان یصل الی مستوی القدیم — معیار تک ہرگز نہیں پہونچ سکے گا
اذا قورن ما یصنعہ الناس — جب بھی موازنہ مخلوق کے قوانین
بما صنعہ رب الناس [1] — کا خالق کے قوانین سے کیا جائیگا۔

قبل اس کے عدل وانصاف کا تقاضا پورا کرنے والے شرعی قوانین یا اس پر امت مسلمہ نے جس طرح عمل کیا اس کے نمونے پیش کئے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا عدل کی لغوی حقیقت اور معنوی وسعت پر بھی روشنی ڈالتے چلیں اہل علم ونظر اور فضلا کے علم میں اضافہ کے لئے نہیں بلکہ موضوع کے ایک گوشہ کی تکمیل کی رعایت سے۔

عدل کی لغوی تحقیق لغات قرآنی کے بارے میں حجت سمجھے جانے والے محقق عالم (ابوالقاسم الحسین بن محمد ابن الفضل) جو راغب الاصفہانی کے نام سے معروف ہیں وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "مفردات القرآن" میں "عدل" کے معنی تحریر فرماتے ہیں:۔

العدالۃ والمعادلۃ لفظ یقتضی — عدالت اور معادلہ کے معنی مساوات
معنی المساواۃ .... — کے ہیں۔ عَدل اور عِدل قریب المعنی
والعَدل والعِدل یتقاربان — ہیں لیکن عدل کا استعمال ان موقعوں
ولکن العدل یستعمل فیما — پر ہوتا ہے جو غور وفکر سے سمجھ میں
یدرک بالبصیرۃ کالاحکام — آتے ہوں جیسے کہ آیت اوعدل
وعلی ذالک قولہ او عدل — ذالک صیاما میں ہے۔ اس لئے

---

[1] التشریع الجنائی ص ۳۰-۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذالك صياماً فالعدل هو التقسیط علی سواء — عدل کے معنی ہوئے سب کے ساتھ برابر کا معاملہ کرنا۔

پھر عدل کی ایک قسم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

مطلق (أی عدل مطلق) یقتضی العقل حسنه ولایکون فی شئ من الازمنة منسوخا۔ — ایک قسم عدل مطلق کی ہے جس کے بہتر ہونے کا عقل تقاضا کرتی ہو اور جو کسی زمانہ میں منسوخ نہ ہو۔

اور ایک دوسری قسم کی تعریف وتفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وعدل یعرف کونه عدلا بالشرع — اور ایک عدل وہ ہے جس کا عدل ہونا شریعت سے معلوم ہوتا ہے۔

اور اس کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کالقصاص وأروش الجنایات[1] — جیسے قصاص اور تعزیرات

آگے چل کر گویا اس بحث کا خلاصہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

العدل هو المساواة فی المکافاة[1] — عدل ادائیگی کے موقع پر مساوات کا نام ہے۔

ایک اور مشہور عالم ابوالبقاء اپنی معروف کتاب "کلیات العلوم" "فصل العین"[2] میں فرماتے ہیں:۔

العدل اصله ضد الجور — عدل اصل میں جور کی ضد ہے۔

لیکن دراصل یہ عدل کا محدود مفہوم اور اس کے صرف ایک ہی گوشہ کی نقاب کشائی ہے کیونکہ اس کا مفہوم بہت وسیع اور گویا پوری شریعت اور اخلاق کے ہر ہر پہلو پر حاوی ہے

---

[1] المفردات فی غریب القرآن ص ۳۳۴، ۳۳۳، مطبوع مطبعہ میمنیہ مصر، [2] کلیات العلوم لابی البقاء، دار الطباعة العامرة، مصر،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ احادیث و قرآن میں اس کے مختلف مواقع میں استعمال نیز لغویین محققین کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے علوم عربیہ کے مشہور ماہر عالم علامہ سید شریف نے جن مختصر ترین مگر جامع الفاظ میں عدل کی تعریف کی ہے یعنی :-

"الامر المتوسط بین طرفی الافراط والتفریط"[1] — افراط اور تفریط کے درمیان اعتدال کا نام عدل ہے

اس سے بھی عدل کے معنی کی وسعت اور ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔

اور گذشتہ صدی کے ممتاز ترین مفسر علامہ شہاب الدین آلوسیؒ نے تو گویا اس جامعیت کی تصویر ہی اپنے الفاظ میں کھینچ دی ہے آیت نحل کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان اللہ یامر بالعدل ای بمراعاۃ التوسط بین طرفی الافراط والتفریط وھو رأس الفضائل کلھا یندرج تحتہ فضیلۃ القوۃ العقلیۃ الملکیۃ من الحکمۃ المتوسطۃ بین الجربزۃ والبلادۃ وفضیلۃ القوۃ الشھویۃ البھیمیۃ من العفۃ المتوسطۃ بین الخلاعۃ والجمود، وفضیلۃ القوۃ الغضبیۃ السبعیۃ من الشجاعۃ المتوسطۃ بین التھور والجبن فمن الحکم

آیت ان اللہ یأمر بالعدل کا مطلب ہے افراط و تفریط کے درمیان توسط کا پاس و لحاظ عدل ام الفضائل ہے سارے فضائل اس میں داخل ہیں غیر معمولی ذہانت اور حد درجہ غباوت کے درمیان متوسط درجہ کا نام عقل ہے کہ جس کی فضیلت ہے خواہش نفس کی شدت اور بے حسی کے درمیان متوسط درجہ کے نام عفت ہے، غیر معمولی طاقت اور شہ زوری و بزدلی کے درمیان متوسط

---

[1] تعریفات السید شریف، باب العین ص ۵۸، بحوالہ اسلام کا نظام حکومت ص ۲۸۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الاعتقادیة التوحید المتوسط
بین التعطیل ونفی الصانع
کما تقوله الدهریة والتشریک
کما تقوله الثنویة والوثنیة
وعلیه اقتصر ابن عباس فی
تفسیر العدل ...... وضم الیه
بعضهم القول بالکسب المتوسط
بین الجبر والقدر ومن الحکم
العملیة التعبد باداء الواجبات
المتوسط بین البطالة وترک
العمل ...... والترهب
بترک المباحات ....
ومن الحکم الخلقیة الجود المتوسط
بین البخل والتبذیر وعن
سفیان بن عیینة ان العدل
استواء السریرة والعلانیة
فی العمل ...... وسأل
عمر بن عبد العزیز محمد بن کعب
القرظی عن العدل، فقال
کعب بخ سألت عن امر جسیم
کن بصغیر الناس ابا وکبیرهم

درجہ کا نام اصلی شجاعت ہے۔
اعتقادی امور میں تعطیل نیز نفی صانع
(جیسا کہ دہریے کہتے ہیں) اور شرک
(جیسا کہ ثنوی اور بت پرست کہتے ہیں)
کے درمیان درجہ معتدلہ توحید ہے،
ابن عباسؓ نے عدل کی تفسیر میں اسی کو
بیان کیا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ اس
کے ساتھ ساتھ جبر و قدر کے درمیان
معتدل درجہ کسب بھی عدل ہے اور
اسی طرح عملی امور میں عدالت نام ہے
ترک عمل، اباحت پسندی اور ترک
مباحات کے مابین واجبات کی ادائگی
پر مداومت، اور عبادت، اخلاقی
امور میں بخل و اسراف کے درمیان
درجہ متوسطہ جود و سخاوت بھی عدل
ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ سے مروی
ہے کہ مخفی اور ظاہری اعمال میں اعتدال
کی راہ عدل ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز
نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے عدل
کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے
کہا خوب تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابنا وللمثل منهم اخا وللنساء كذالك وعاقب الناس على قدر ذنوبهم وعلى قدر اجسامهم ولا تضربن لغضبك سوطًا واحدًا فتكون من العادين[1]

چھوٹوں کے حق میں باپ، بڑوں کے لئے بیٹا، برابر والوں کے لئے بھائی اور اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بھائی بن جاؤ، لوگوں کو انکی غلطیوں کے بقدر اور جسمانی طاقت کے لحاظ سے سزائیں دو، غصہ کا اظہار ہر ایک کے ساتھ یکساں نہ کرو، ورنہ ظلم کرنے لگو گے۔

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک "عدالت" کا مفہوم | حکیم الاسلام الامام ولی اللہ الدہلوی نے اپنے مخصوص حکیمانہ اور اچھوتے انداز میں عدالت کی یہ حقیقت بتائی ہے:۔

العدالة :۔ وهي ملكة في النفس تصدر عنها الافعال التي تقام بها نظام المدينة والحي بسهولة والنفس كالمجبول على تلك الافاعيل[2]

عدالت انسانی نفس میں ایک خاص کیفیت کا نام ہے جو نفس سے ایسے کام کراتی ہے جن کاموں سے کسی بستی یا اسٹیٹ کا انتظام آسانی قائم رہتا ہے اور نفس گویا ان کاموں کو فطری طور پر ادا کرتا ہے ۔

واضح رہے کہ امام موصوف نے یہاں اس موقع پر "المدینة" اسٹیٹ کے معنی میں استعمال کیا ہے خواہ اس کا دائرہ چھوٹا ہو یا بڑا ۔

مشہور ماہر لغت علامہ ابو الفضل بن منظور نے عدل کے سلسلہ میں تابعی جلیل سعید بن جبیر کا حسب ذیل تحقیقی قول نقل کیا ہے:۔

---

[1] روح المعانی ص ۱۷۲ - ج ۱۴ ، [2] حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۳ ج ۱ ، مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی الہند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وكتب عبد الملك الى سعيد
ابن جبير يسأله عن العدل
فاجابه ان العدل على اربعة
انحاء العدل فى الحكم قال الله
تعالى وان حكمت فاحكم بينهم
بالعدل، والعدل فى القول
قال الله تعالى واذا قلتم
فاعدلوا، والعدل فى الفدية
قال الله تعالى لا يقبل منها
عدل، والعدل فى الاشراك
قال الله عز وجل ثم الذين
كفروا بربهم يعدلون اى
يشركون [1]

خلیفہ عبد الملک اموی نے حضرت سعید
بن جبیر کو لکھا کہ عدل کا مطلب کیا ہے
انہوں نے جواب دیا کہ عدل کی چار
شکلیں ہیں عدل بوقت فیصلہ جیسا
کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اگر تم فیصلہ
کرو تو عدل کے ساتھ ان کے درمیان
فیصلہ کرو ، عدل بوقت گفتگو، اللہ
تعالیٰ نے کہا ہے، جب تم بات کرو
تو عدل کے ساتھ بات کرو ، عدل بمعنی
فدیہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے، اس
(انسانی نفس) کے بدلے کوئی فدیہ قبول
نہیں کیا جائے گا عدل فی الشرک
اللہ تعالیٰ نے کہا ہے منکرین اپنے
رب کے ساتھ عدل کرتے ہیں رب
کے علاوہ دوسروں کو اس کے برابر
سمجھتے ہیں یعنی شرک کرتے ہیں۔

"قسط" اور "عدل" قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عدل کے علاوہ "اقساط" و "قسط" بھی ایسے موقعوں میں گویا عدل کے مرادف ہی کے طور پر استعمال ہوا ہے

---

[1] لسان العرب ص ۸۵ ج ۱۴ للعلامۃ ابی الفضل جمال الدین المعروف بابن منظور الافریقی المصری الانصاری الخزرجی طبعہ اولیٰ مطبوعہ میریہ بولاق المصر سنہ ۱۳۰۲ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوپر سورۂ نساء کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں کُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ آیا ہے، اسی طرح اور بھی متعدد مواقع پر یہی فرمایا گیا ہے مثلاً سورۂ حجرات کی ایک مشہور آیت کا اختتام اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ پر ہوا ہے اس لئے نامناسب نہ ہوگا اگر نہایت مختصر طور پر قسط کی حقیقت پر بھی چند کلمات پیش کرتے چلیں مشہور جلیل القدر محدث امام محمد بن اسمٰعیل البخاری نے اپنی شہرہ آفاق اور صحیح ترین کتاب حدیث صحیح بخاری کے اواخر میں آیت قرآنی وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ کی تشریح وتفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

قال مجاہد القسطاس العدل بالرومیۃ ویقال القسط مصدر المقسط وھو العادل واما القاسط فھو الجائر[1]

حضرت مجاہد کہتے ہیں قسطاس رومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قسط مقسط کا مصدر ہے جس کے معنی عادل کے ہیں اور قاسط کے معنی ظالم کے ہیں۔

صاحب لسان العرب نے قسط کے بارے میں حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں :-

المقسط ھو العادل یقال اقسط یقسط فھو مقسط اذا عدل ... والقسط العدل ... اقسط فی حکمہ عدل فھو مقسط[2]

مقسط یعنی عادل کو کہا جاتا ہے اقسط یقسط تو عدل گر دوالے کو مقسط کہا جاتا ہے —— اور قسط کے معنی عدل کے ہیں ..... اقسط فی حکمہ یعنی عدل کیا تو وہ مقسط ہوا۔

شرعی قوانین میں عدل کا مفہوم | مذکورہ بالا تفصیل سے اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ عدل کے معنی بہت وسیع اور گویا پوری زندگی پر حاوی ہیں۔ مگر یہاں اختصار کے پیش نظر اس کے محدود

---

[1] صحیح البخاری ص ۱۱۲۶ ج ۲۔ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔ [2] لسان العرب ص ۵۲ ج ۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معنیٰ یعنی قوانین شرعی اور اس کے نفاذ میں عدل پر ہی اپنے بحث کو مرکوز رکھتے ہوئے آئندہ سطروں میں معروضات پیش کی جائیں گی۔

قانونی عدل کے لئے دو ضروری باتیں۔ اس معنیٰ میں عدل کے بروئے کار آنے کیلئے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے ایک ان قوانین اور قاعدوں کا مبنی بر انصاف اور عدل کی حقیقت کا آئینہ دار ہونا جن پر فیصلوں کی (بلکہ کہنا چاہیئے پورے معاشرے کی) بنیاد ہے دوسرے ان عادلانہ قوانین کا منصفانہ طور پر استعمال اور اس کے مطابق ہر ایک کو اس کا صحیح حق پہونچا پہلی بات گویا نفس شریعت اور اسلام ہی سے عبارت ہے کم سے کم کسی مسلمان کو تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ شریعت اور اسلامی قوانین کا پروردگار عالم (جس کی ایک صفت عدل اور عادل بھی ہے) کی طرف نازل ہونا اور انسان کی دماغی محنت و قوت سے (جو نہایت عالی دماغ اور منصف مزاج ہوتے ہوئے بھی جذبات و عواطف اور ذاتی رجحانات بہ طبعی کمزوریوں سے بلند نہیں ہو سکتا جس کا لازمی اثر اس کا نتیجہ ہائے فکر پر پڑنا بھی ناگزیر ہے اس سے) ماخوذ نہ ہونا ہی ان قوانین کے منصفانہ اور عادلانہ ہونے کی نظری دلیل بننے کے واسطے کافی ہے مگر یہاں صرف اس نظری دلیل پر ہی اکتفا کرنا نہیں بلکہ اس کے عملی شواہد اور واقعاتی دلائل کا پیش کرنا بھی ضروری نظر آرہا ہے۔

مساوات کا اسلامی تصور اس بارے میں شریعت اسلامی کی روح اور اس کے قوانین کی اساس کی وضاحت کے لئے ہم یہاں کچھ حصے سید قطب الشہید کی شہرہ آفاق کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام"[1] سے جستہ جستہ پیش کر رہے ہیں۔ جسے اپنے اسلوب مخصوص دیکھ کر

---

[1] العدالۃ الاجتماعیۃ ص ۲۴، ۲۵ الطبعۃ السابعۃ ۱۳۸۶ھ و ۱۹۶۷ء، واضح رہے اس کتاب کے بعض حصوں، اس کے اندر پیش کئے گئے بعض خیالات سے مقالہ نگار کو اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو یہ سخت مضر بلکہ گمراہانہ سمجھتا ہے ان قابل اعتراض حصوں کو چھوڑ کر یہ کتاب اہم ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور طرز ادا میں عصری ہونے کے لحاظ سے ایک طرح کی انفرادیت حاصل ہے اور جس سے شرعی قوانین میں عدل کی حقیقت سامنے آجاتی ہے لکھتے ہیں:۔

كان تصور الاسلام ان	اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسانیت
الانسانية وحدة تفترق	ایک اکائی ہے اس کے اجزا اس
اجزاءها لتجتمع، وتختلف	لئے متفرق ہیں تاکہ مجتمع ہوں اس
لتتسق وتذهب بشتى المذاهب	لئے مختلف ہیں تاکہ ایک دوسرے
لتتعاون فى النهاية بعضها	سے متصل ہوں مختلف راستوں پر
مع بعض فى تصميم صالحة	اس لئے چلتے ہیں تاکہ آخر میں ایک دوسرے
لتتعاون مع الوجود الموحد	سے تعاون کریں۔ اور سب مل کر
	ایک جسم بن جانے کے واسطے ایک
	دوسرے کے تعاون کے لائق بن سکیں

پھر اپنے مدعا کا اثبات (وحدت انسانی کی اساس کا تصور دینے والی) مشہور آیت قرآنی سے کرتے ہیں (یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا) اس کے آگے فرماتے ہیں:۔

ونظام الحياة لايستقيم حتى يتم	زندگی کا نظام اسی وقت درست
هذا التعاون والتناسق وفق	ہوگا جب یہ تعاون و تناسق اللہ
منهج الله وشرعه وتحقيقه	کے طریقہ اور اس کے قانون کے مطابق
واجب لصالح الانسانية	ہوگا۔ اس تعاون کا برپا کرنا پوری
كلها حتى ليباح استخدام القوة	انسانیت کی بھلائی کے لئے ازبس
لارجاع من يشذ من هذا	ضروری ہے تاکہ اس نظام حیات
المنهج اليه.	سے گریز کرنے والے کو بزور و بقوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واپس لایا جا سکے۔

اس پر استدلال ان آیات سے کرتے ہیں: انما جزاؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض (مائدہ ۳۳) نیز وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا (الحجرات ۹) اور ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض (بقرہ ۲۵۱) اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

فالاصل هو التعاون والتعارف والتناسق فی حدود منهج الله وشرعه ومن شذ علی هذا الاصل فلیرد الیه بکل طریق لان سنة الله فی الکون اولی بالاتباع من اهواء الافراد والتکافل بین الجمیع یتفق مع غایة الکون الواحد وغایة خالقه الواحد سبحانه فاذا نحن وصلنا الی الانسان الجنس والانسان الفرد فهو وحدة کاملة۔

تو اصل مقصود اللہ کے نظام اور اس کی شریعت کے دائرہ میں باہم تعاون و تعارف اور میل جول ہے جو اس اصل سے ہٹے تو اس کو پھر اسی اصل کی طرف جس طرح بھی ممکن ہو لوٹا لینا چاہئے کیونکہ اللہ کے تکوینی نظام کی پیروی افراد کی ایوں سے زیادہ لائق اطاعت ہے سب کے درمیان تکافل اس دنیا کے مقصد اور اس عالم کے خالق کی غرض کے عین مطابق ہے اگر ہم انسانوں کو بحیثیت مجموعی اور انفرادی اکٹھا کرلیں تو یہی کامل وحدت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وحدت انسانی! یہی وحدت دراصل عدل حقیقی کی اساس ہے اور تمام قوانین شرعی میں اسی کی نمود ہے۔ جب انسانوں میں وحدت کا حقیقی تصور پیدا ہو جائے گا تب حقیقی مساوات (جو عدل کے مرادف ہے) ظہور میں آئے گی پھر جہاں ایک طرف ترازو کا پلڑا جھکتا نظر آئے گا۔ دوسرے کو اسی طرح جھکا کر یا پہلے کو اٹھا کر دوسرے کے برابر کر دینا ہی حقیقی عدل ہوگا۔ چنانچہ تمام قوانین شرعی میں اسی کی رعایت ہے یہی وجہ ہے کہ مظلوم کو ظالم سے بقدر ظلم دلایا جاتا یا ظالم سے اتنا کم کر لینا جتنا اس نے مظلوم سے کیا ہے تمام تعزیری قوانین میں اصل الاصول قرار دیا گیا ہے قرآن کی بہت سی آیات (مثلاً فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرۃ ۱۹۴) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (نحل) اور احادیث نبویہ مثلاً "الغنم بالغرم" "الخراج بالضمان" میں یہی اصول بتایا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ مظلوم دنیا میں اپنی کمی کی تلافی کر کے برابر کی سطح پر (مذکورہ قانون کے سہارے) آجانے کے بجائے آخرت میں اس کمی کی تلافی کرنا چاہے اور یہاں کے نقصان کو وہاں کے نفع پر قربان کر دے تو یہ اعلیٰ ترین کردار اور مکارم اخلاق کی بات ہوگی اسی کو "احسان" اور صبر سے تعبیر کیا گیا ہے (لیکن یہ صورت بھی گہری نظر سے دیکھی جائے تو ہے عدل ہی کی مگر نہایت لطیف اور اعلیٰ نیز نافع تر) اشیاء منصوبہ کا تاوان نفس اور مادون النفس کی دیات پہلی صورت (یعنی مظلوم کو ظالم سے بقدر ظلم دلوانے) کی مثالیں ہیں۔ اور ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن خاص طور پر اس صراحت کے ساتھ کہ "الجروح قصاص" دوسری صورت (یعنی ظالم سے اتنا کم کر لینا کہ جتنا اس نے مظلوم سے کیا ہے) کی۔ اور اس عدل و مساوات کے حدود کی وسعتوں کا اندازہ اس سے کیجئے کہ مظلوم و ظالم کی حیثیتوں میں عرفی تفاوت، نسبی اختلاف، وطنی امتیاز، حتیٰ کہ مذہبی فرق (بعض محدود شکلوں کے) بھی حائل نہیں ہوتا اور اصول بھی مسلمات کا درجہ رکھتا ہے چنانچہ مشہور شافعی عالم جنھیں مسائل قضا کے وسیع علم اور امتیاز و اشتغال کی بنا پر "اقضی القضاۃ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے (یعنی ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری المعروف بالماوردی) اپنی معروف کتاب الاحکام السلطانیہ[1] میں اصول قضاء بیان کرتے ہوئے ایک اصل یہ تحریر فرماتے ہیں :-

التسویۃ فی الحکم بین القوی و الضعیف والعدل فی القضاء بین المشروف والشریف۔	کمزور اور طاقتور اور شریف وغیر شریف کے درمیان برابری کا برتاؤ کرنا کچہری میں اور فیصلہ میں انصاف کا تقاضہ پورا کرنا ضروری ہے۔

علامہ موصوف نے اس اصول کے اثبات کے لئے دلیل کے طور پر یہ آیت قرآنی بھی تحریر فرمائی ہے قال اللہ تعالیٰ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب۔ اور پھر حضرت عمر کے ابوموسیٰ اشعری کے نام کا اس تاریخی خط کا حوالہ دیا ہے جو قضاء کے اصول نیز قاضی کے لئے انتہائی اہم اور دور رس اثرات کی حامل ہدایتوں پر مشتمل ہے۔ یہاں اس وقت صرف خط کا متعلقہ حصہ ہی نقل کیا جاتا ہے (خط اپنی پوری تفصیلات اور متعلقات کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے)، اس میں ہے۔

اٰس بین الناس فی وجھک و عدلک ومجلسک حتی لا یطمع شریف فی حیفک ولا ییئس ضعیف من عدلک۔	لوگوں کے درمیان اپنی مجلس میں اپنے روبرو انصاف سے کام لو تاکہ کوئی ذی وجاہت شخص تم سے ظلم کی امید نہ رکھے اور کوئی کمزور شخص تمہارے عدل سے مایوس نہ ہو۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ ص ۶۸ مطبعہ الوطن المصر ۱۲۹۸ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق نہیں قانون کے نفاذ میں خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کا یہ ہدایت دینا۔ یا أقضی القضاۃ کا وہ اصول ذکر کرنا محض رائے اور ان کے اجتہاد فکر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ اثر ہے ان صریح اور قوی تعلیمات کا جو قرآن مجیدؐ نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر اقوال میں موجود ہیں اس مسئلہ کی بنیادی آیت کا ذکر تو سید قطب شہید کے کلام کے ذیل میں آچکا ہے اس کے بعد احادیث کے کثیر اور وافر ذخیرہ میں سے چند حدیثوں کا پیش کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے مشہور جلیل القدر محدث امام مسلم بن الحجاج القشیری نے اپنی صحیح میں یہ حدیث تخریج کی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اوحی الیّ ان تواضعوا حتی لا یفخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع و انکساری کے ساتھ رہو تاکہ کوئی شخص دوسرے پہ فخر نہ کرے اور نہ کسی شخص پہ ظلم و ستم کرنے لگے،

ایک اور حدیث میں جسے دو جلیل القدر مشہور محدثوں ابو عیسیٰ ترمذی اور ابو داؤد نے اپنی کتابوں میں تخریج کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفخر بالانساب اور احساس برتری کی اس طرح مذمت اور بیخ کنی کی ہے۔

ان اللہ قد اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء انما ھو مومن تقی او فاجر شقی الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب[2]

اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کی بیماری کو دور کر دیا ہے اب یا تو پرہیزگار مومن ہے یا بدبخت نافرمان،

---

[1] صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷، ج ۲، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، [2] ترمذی ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۱۸ بقیہ آئندہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سارے لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور
آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔

ایک اور حدیث جسے جلیل القدر امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں جگہ دی ہے میں بہت ہی عجیب و لطیف انداز میں اونچ نیچ کے ختم کرنے اور تمام انسانوں کے برابر اس طرح اعلان کیا گیا ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انسابکم ھذہ لیست بمسبۃ
علی احد کلکم بنو آدم طف الصاع
بالصاع لم تملؤہ لیس لاحد
علی احد فضل الا بدین و
تقوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
کسی کا بھی نسب اس کے لئے گالی اور
عیب کی بات نہیں ہے تم سب کے
سب ایک ہی شخص آدم کی اولاد ہو
کسی کو کسی پر اس حیثیت سے قطعاً
امتیاز کا حق نہیں ہاں دین اور تقویٰ
کے لحاظ سے فرق مراتب ہو سکتا ہے

اور یہ مساوات عوام اور رعایا کے افراد ہی کے درمیان نہیں قائم کی گئی بلکہ حاکم و محکوم اور مامور حتیٰ کہ خلیفہ اور عام رعایا کے درمیان بھی اسی درجہ کی رکھی گئی ہے چنانچہ خلیفہ اگر کسی عام شخص کے حق کو دبا بیٹھے یا اور کسی طرح کے جرم کا ارتکاب کرے تو وہ بھی اسی درجہ اور اسی قسم کی سزا کا مستحق ہوگا جس کا ایک عام مجرم ہوتا ہے اور یہ اصول محض کہنے اور سننے یا صرف

بقیہ گذشتہ ..... اس موقع پر وہ مشہور واقعہ بھی ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ قریش کی ایک معزز خاتون سے چوری کی حرکت سرزد ہو گئی اور لوگوں نے اسے سزا سے بچانے کے لئے نبی اکرمؐ سے سفارش کرنی چاہی تو آپؐ نے نہایت غضبناک لہجہ میں فرمایا
اتشفع فی حد من حدود اللہ ..... و لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا
اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔ لہ الفاظ من البیہقی و مسند احمد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنانے کے لئے نہیں ہے جیساکہ آج کل کے لیڈروں کا عام شیوہ بن گیا ہے بلکہ اس کو سب سے پہلے انسانیت کے سب سے اعلیٰ فرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر برت کر دکھایا اس کے بعد ان کے سچے جانشین خلفاء راشدین نے بھی بلاکم وکاست اپنا کر دکھایا جس کی متعدد مثالیں سید شہید عبدالقادر عودہ رحمہ اللہ کی بیش قیمت کتاب "التشریع الجنائی" سے پیش کی جاتی ہیں جو مصنف مرحوم نے مراجع کی نشاندہی کے ساتھ لکھی ہیں یہاں کتاب مذکور جلد اول کے عنوان "المساواۃ بین الرؤساء الدول والرعایا" "حکومت کے ذمہ داروں اور رعایا کے درمیان مساوات" کے کچھ اہم حصے معمولی حذف وتغیر کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں =

تسوی الشریعۃ بین رؤساء الدول والرعایا فی سریان القانون ومسئولیۃ الجمیع عن جرائمہم ومن اجل ذالک کان رؤساء الدول فی الشریعۃ اشخاصاً لاقداسۃ لہم لا یمتازون عن غیرہم واذا ارتکب احدہم جریمۃ عوقب علیہا کما یعاقب ای فرد ۔

اسلامی شریعت میں قانون کی نفاذ کے بارے میں حکومت کے ذمہ داروں اور رعایا کے درمیان یکساں برتاؤ ضروری ہے ۔ اور شریعت سب ہی کو قانون پر عمل درآمد کا ذمہ دار سمجھتی ہے اس لئے شریعت کی نگاہ میں ملک کے سربراہوں کو دوسروں کے مقابلہ میں کوئی تقدس یا امتیاز حاصل نہیں ہے اگر ان میں سے کوئی کسی جرم کا ارتکاب کرے تو ایک عام فرد کی طرح وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا ۔

© rasailojaraid.com